طلاق اور عدت کے مسائل

قرآن مجید کی روشنی میں

(۷ آخری قسط)

(مولانا شہاب الدین ندوی بنگلور)

شرعی احکام و مسائل

۳۹ :۔ طلاق کا سنت طریقہ کیا ہے؟

پہلی آیت میں خطاب لفظاً اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر وہ عام ہے اور مراد پوری امت ہے۔ ۵۸

"طلاق عدت کے وقت دو" اس کا مطلب جیسا کہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے یہ ہے کہ طلاق عورت کو پاکی کی حالت (طہر) میں دی جائے۔ کیونکہ حیض کی حالت میں عورت کو طلاق دینا حرام ہے۔ چنانچہ متعدد حدیثوں میں مذکور ہے کہ جب حضرت ابن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تھی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں آگئے اور حکم دیا کہ وہ اس طلاق کو واپس لے لیں پھر طہر کی حالت میں دوبارہ طلاق دیں۔ اگر دینا ضروری ہو۔ نیز آپ نے ابن عمرؓ سے مزید فرمایا کہ

۵۸۔ تفسیر روح المعانی ۲۸/۱۲۹، تفسیر مظہری ۹/۳۱۷

کہ اللہ نے عورتوں کو اس طرح طلاق دینے کا حکم نہیں دیا ہے اور تم نے طلاق کے سنت دینے کو بجائے عملی غلطی کی ہے۔

اس معنی کی کئی حدیثیں صحاح ستہ (حدیث کی چھ مستند کتابیں) اور دیگر کتب حدیث میں مذکور ہیں، جن میں خود ابن عمرؓ نے اس آیت کریمہ کی توجیہ اس طرح کی ہے۔ فَطَلِّقُوهُنَّ فِي عِدَّتِهِنَّ أَيْ فِي قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ. یعنی انہیں عدت میں طلاق دو، یعنی ایسے وقت میں جب کہ عدت (گنتی) شروع ہوتی ہے، اور وہ طہر کی حالت ہے [59]

فِي قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ. وقال السيوطي: أي إنما لها أوّلها وحين يمكنها الدخول فيها والشروع. وذلك حال الطهر [60]

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد عدت کا مشروع اور اول حصہ ہے جس میں عورت سے صحبت ممکن ہوتی ہے اور وہ طہر کی حالت ہے۔ مطلب یہ کہ طہر کی حالت سے عدت کا آغاز ہوتا ہے، یعنی عورت کی گنتی شروع ہوتی ہے لہٰذا طلاق طہر کی حالت میں ہونی چاہیے۔ مگر اس سلسلے میں دوسری شرط یہ ہے کہ مرد جس طہر میں طلاق دے رہا ہے اس میں وہ عورت سے صحبت نہ کرے۔ ورنہ ایسی طلاق بھی "بدعت" ہونے کی بنا پر حرام ہوگی۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے: اَلطَّلَاقُ لِلْعِدَّةِ أَنْ يُطَلِّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَهِيَ طَاهِرَةٌ فِي غَيْرِ جِمَاعٍ: عدت کے وقت طلاق دینے کا مطلب یہ ہے کہ مرد اپنی عورت کو پاکی کی حالت میں بغیر صحبت

۵۹۔ شرح معانی الآثار (طحاوی) ۲/۳۳، مطبوعہ کراچی۔

۶۰۔ شرح نسائی، از علامہ سیوطی ۶/۱۳۹، مطبوعہ بیروت۔

طلاق دے۔ [61]

غرض علماء کا اس پر اجماع (اتفاق) ہے کہ حائضہ (حیض والی عورت) کو ایسی پاکی کی حالت میں طلاق دینا حرام ہے جس میں وہ بیوی سے مباشرت کرچکا ہو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے [62] جیسا کہ یہ بات حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہوئی حدیثوں سے ثابت ہوتی ہے۔

اوپر کا مسئلہ اس مطلقہ حائضہ (حیض والی) سے متعلق ہے جس سے مباشرت کی جاچکی ہو۔ اس کے برعکس وہ مطلقہ حائضہ جس سے مباشرت نہ کی گئی ہو اُسے طہر اور حیض دونوں حالتوں میں بھی طلاق دی جاسکتی ہے۔ نیز اسی طرح نابالغ بیوی جس کو حیض بالکل ہی نہ آتا ہو اسے بھی جب چاہے طلاق دی جاسکتی ہے۔ اور اسی طرح آئسہ (عمر رسیدہ عورت جسے حیض ہی نہ آتا ہو) اُسے مباشرت کے بعد بھی طلاق دی جاسکتی ہے۔ [63]

۴۰۔ طلاق کے چند اہم ضوابط:۔

سنن دارقطنی میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ طلاق کی (وقت کے اعتبار سے) چار صورتیں ہیں۔ جن میں سے دو حلال اور دو حرام ہیں۔ حلال اس صورت میں ہوگی جب کہ عورت (۱) طاہر ہو یعنی حیض کی حالت میں نہ ہو۔ نیز اس طہر میں عورت سے مباشرت بھی نہ کی ہو (۲) یا وہ حاملہ ہو اور اس

---

[61]: کتاب السنن، سعید بن منصور، ۱/۲۵۶، مجلس علمی، ڈابھیل (سورت)

[62]: تفسیر مظہری، ۹/۳۱۸

[63]: ایضاً۔

کا حمل پوری طرح ظاہر ہو چکا ہو۔

اور طلاق کے حرام ہونے کی دو صورتیں یہ ہیں۔ (۱) عورت حیض کی حالت میں ہو۔ (۲) یا ایسے طہر کی حالت میں ہو جس میں اُس سے مباشرت کی جا چکی ہو، اور اُسے یہ نہ معلوم ہو کہ حمل ٹھہر گیا ہے یا نہیں؟ ۶۴ مطلب یہ کہ جب یہ بات کو ثوق سے معلوم ہو جائے۔ کہ عورت کو حمل ٹھہر گیا ہے تو اس وقت اُسے صحبت کے بعد بھی طلاق دی جا سکتی ہے۔ کیونکہ حاملہ عورت حیض کی حالت میں نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس میں طلاقِ بدعت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

"عدت گنتے رہو" یعنی جب طلاق واقع ہو جائے تو فوراً اس بات کی تحقیق کر لو کہ طلاق کس حالت میں ہوتی ہے اور طہر کب شروع ہوا ہے؟ پھر اس کے بعد ٹھیک ٹھیک حساب رکھتے ہوئے تین مکمل حیض شمار کر لو۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ رجعت (شوہر کا رجوع کرنا) عدت ختم ہونے کے بعد ہو (جب کہ شوہر تاخیر سے رجوع کرتا ہو) یا دوسرا نکاح غلطی سے عدت ختم ہونے سے پہلے ہی ہو جائے۔ اور یہ دونوں باتیں شریعت کی رُو سے جائز نہیں ہیں۔ ۶۵

۴ :- عدت شوہر کے گھر میں گزارنا واجب ہے۔

"اور تم مطلقہ عورتوں کو اُن کے گھروں سے مت نکالو"۔ مطلقہ عورت کو خواہ اسے طلاقِ رجعی دی گئی ہو یا طلاقِ بائن، کسی بھی صورت میں طلاق کے فوراً بعد گھروں سے نہیں نکالنا چاہئے (جیسا کہ آج کل کے جہلا کا طریقہ ہے اور

---

۶۴ :- تفسیر قرطبی ۱۸/۱۵۱

۶۵ :- ماخوذ از تفسیر مظہری ۹/۳۱۸

ایسا کرنا بالکل حرام ہے، شریعت نے واجب قرار دیا ہے کہ مطلقہ عورتیں اپنی عدت شوہروں کے گھروں میں، یا جس مقام پر اُن کی مستقل بود و باش رہتی ہو، وہیں پر گزاریں۔ کیونکہ طلاق رجعی ہونے کی صورت میں شوہر کو رجوع کرنے کا حق باقی رہتا ہے اور بائن ہونے کی صورت میں عورت کے حاملہ ہونے یا نہ ہونے کا پتہ چل سکتا ہے اور یہ دونوں فوائد عورت کے اخراج کی صورت میں حاصل نہیں ہو سکتے۔ بلکہ اس کے برعکس بہت سی خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا ان تمام خرابیوں کو دور کرنے کی غرض سے شریعت نے عدت مرد کے گھر میں گزارنے کا حکم دیا ہے۔ چونکہ طلاق والی عورت شوہر سے بعض حقوق کی خاطر عدت کے ایام میں شوہر کے گھر گویا مقید ہی کا سا ہے جس گھر میں ہے اُس کے شوہر کا گھر گویا اس کا "اپنا ہی گھر" ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ تاکید کر رہا ہے کہ اس مدت کے پوری ہونے تک انہیں "اپنے گھروں" سے مت نکالو۔

○ اور طلاق یافتہ عورتیں خود بھی باہر نہ نکلیں: یعنی مطلقہ عورتیں خود بھی اپنے اختیار سے شوہروں کے گھروں سے باہر نہ نکلیں، چاہے انہیں طلاق رجعی دی گئی ہو یا بائن۔ ہاں اگر کسی ضرورت (مجبوری) کے تحت ہو تو جائز ہے۔ مثلاً جس گھر میں وہ رہتی ہوں اس کے منہدم ہو جانے کا خطرہ ہو۔ یا چور کا خوف ہو، یا مکان کا کرایہ نہ ہو، یا جگہ کی تنگی ہو، یا شوہر فاسق اور طلاق بائن ہو اور ان دونوں کے درمیان حائل ہونے والا کوئی قابل شخص موجود نہ ہو۔ وغیرہ [۲۲]

۲۲۔ تفسیر مظہری ۹/۳۱۸

۔ ہاں اگر مطلقہ عورتیں کسی کھلی ہوئی بے حیائی کا ارتکاب کر بیٹھیں تو دوسری بات ہے؛ یعنی کسی طلاق یافتہ عورت کو عدت کے دوران شوہر کے گھر سے باہر نکالنا صرف اس وقت جائز ہوسکتا ہے جبکہ اس سے کوئی کھلی ہوئی بے حیائی سرزد ہوجائے۔ کھلی ہوئی بے حیائی سے کیا مراد ہے؟ تو اس کی تفسیر میں کئی باتیں منقول ہیں۔ مثلاً زنا، زبان درازی، چوری، نافرمانی یا بلا ضرورت گھر سے باہر نکلنا وغیرہ۔ [۶۷]

۴۲۔ طلاق رجعی میں ندامت نہیں ہوتی:۔

۔ تمہیں کیا معلوم، ہوسکتا ہے کہ اللہ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا کر دے؛ یعنی دلوں کو بدل دے، کیونکہ وہ مقلب القلوب ہے۔ چنانچہ ہوسکتا ہے کہ اس دوران عورت کے ساتھ بغض کو محبت میں بدل دے، جس کے باعث وہ رجوع کرکے مطلقہ کو پھر سے بیوی بنانے پر راضی ہوجائے۔ اس میں تعلیم ہے کہ بیوی کو ہر حال میں طلاق رجعی دی جائے۔ ورنہ بیک وقت تینوں طلاق دے کر فارغ دینے کے بعد تلافیٔ مافات کی امید ہی نہیں رہ جاتی، سوائے ... جو ایک معیوب بات ہے۔ [۶۸]

۔ عدت میں ہیر پھیر کرنا جائز نہیں ہے۔

جب مطلقہ عورتوں کی عدت ختم ہونے کے قریب ہوجائے تو پھر

---

[۶۷] خلاصہ از تفسیر قرطبی ۱۸/۱۵۶۔

[۶۸] ایضاً (ماخوذ)

انھیں یا تو قاعدے سے رکھ لو یا قاعدے کے مطابق جدا کر دو۔ (آیت ۲) مطلب یہ کہ جب عدت ختم ہونے کے قریب پہنچ جائے تو گویا کہ اب جدائی کا وقت قریب آگیا ہے۔ لہٰذا ایسے فیصلہ کن موقع پر مرد کو چاہیئے کہ وہ وقتی جذبات و کیفیات کو ترک کرکے کسی قطعی فیصلے تک پہنچ جائے۔ اور اس وقت اس کے سامنے صرف دو ہی راستے رہ جاتے ہیں۔ (۱) یا تو وہ سیدھے طریقے سے رجوع کرلے اور مطلقہ کو پھر سے اپنی بیوی بنا کر رکھ لے (۲) یا پھر شرافت اور حسنِ اخلاق کے ساتھ اسے رخصت کر دے۔ مگر اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ مطلقہ کو نقصان پہنچانے کی غرض سے کوئی حرکت کر بیٹھے۔ مثلاً رجوع تو کرلے مگر اسے خواہ مخواہ تنگ کرنے کی غرض سے دوبارہ طلاق دے دی۔ یا عدت گزرنے کے بعد (یا اس سے پہلے) اسے ذلیل و خوار کرکے گھر سے نکالا وغیرہ۔ بلکہ اسے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے رخصتی کے وقت بطور تحفہ کچھ چیزیں دے کر با وقار طریقے سے رخصت کرنا چاہیئے۔ [۱۵۹]

۴۴:۔ رجعت میں گواہ بنانا واجب کیوں نہیں ہے۔

"اور اس پر اپنے میں سے دو معتبر آدمیوں کو گواہ بناؤ" (آیت ۲) اکثر علماء کے نزدیک رجعت کے لئے گواہ بنانا مستحب ہے واجب نہیں [۱۶۰] چونکہ طلاق دینے کی صورت میں گواہ بنانا متفقہ طور پر واجب نہیں ہے۔ لہٰذا وہ رجعت کے لئے بھی واجب نہیں ہونا چاہیئے۔ [۱۶۱] لیکن چونکہ بعض

۱۵۹۔ خلاصۂ تفسیر۔

۱۶۰۔ تفسیر قرطبی ۱۸/۱۵۸

۱۶۱۔ ماخوذ از تفسیر مظہری ۹/۳۲۰

صورتوں میں اختلاف ہو سکتا ہے اس لئے ایسی حالت میں دو معتبر مسلمانوں کو گواہ بنا لینا زیادہ بہتر ہے۔ تاکہ بعد میں جھگڑا پیدا نہ ہو۔

۵۔ طلاق غصہ اتارنے کی چیز نہیں ہے۔

"جو شخص اللہ سے ڈرے گا تو وہ اس کے لئے بچاؤ کا کوئی راستہ نکال دے گا۔" (آیت ۲) اس میں یہ اخلاقی تعلیم دی گئی ہے کہ ایک مسلمان کو معمولی یا غیر معمولی کسی بھی حال میں حسن اخلاق اور حسن معاشرت کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہیے۔ بلکہ ہر حال میں خوف خدا اور خوف آخرت ہونا چاہیے۔ کسی واقعہ یا کسی بات پر اسے اس قدر مشتعل نہیں ہو جانا چاہیے کہ وہ عقل و حواس کھو کر جذبات کا غلام بن جائے اور اپنی رفیقۂ حیات کو بیک وقت تین طلاق دینے کی حماقت کر بیٹھے۔ کیونکہ اوّل تو طلاق بجائے خود کوئی غصہ نکالنے والی چیز یا انتقامی کارروائی نہیں ہے۔ بلکہ وہ شدید مجبوری کی حالت میں میاں بیوی کو جدا کرنے کا چارۂ کار اور آخری فارمولا ہے۔ لہٰذا جو چیز آخری فارمولا اور آخری حل ہو اسے پہلے ہی مرحلے میں استعمال کر بیٹھنا ایک غیر دانشمندانہ اقدام ہے۔ اور پھر بیک وقت تین طلاق دینا تو ملاپ کے سارے دروازے خود ہی بند کر لینا ہے۔ بہر حال اللہ نے جس چیز کو باندھا ہے۔ اسے توڑتے وقت کسی کے دل میں اگر واقعی خدا کا ڈر ہو تو وہ ایسا انتہائی قدم ہرگز نہیں اٹھائے گا۔ اور اگر اٹھائے گا تو شریعت کے مقرر کردہ حدود کے اندر اٹھائے۔ لہٰذا خوف خدا کا تقاضا ہے کہ کوئی بھی شخص بیک وقت تین طلاق دے کر انتہائی قدم نہ اٹھائے اور نہ اپنے اوپر ظلم کرے۔ بلکہ مسنون طریقے کے مطابق صرف ایک طلاق دے۔ اس صورت میں دوبارہ ملاپ کی گنجائش موجود رہتی ہے۔ اور اگر خدا چاہے گا تو ملاپ کا کوئی

راستہ نکال دے گا۔

اس آیت کریمہ کا تقاضا یہ ہے کہ جب کسی کو طلاق دینا اشد ضروری ہو جائے تو اس صورت میں وہ صرف ایک طلاق دے۔ تاکہ دوبارہ ملاپ کا جواز باقی ہو۔

۶۔ تین طلاق کا ثبوت قرآن سے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ آیت کریمہ (جو شخص اللہ سے ڈرے گا) طلاق کے ساتھ خاص ہے[۱] چنانچہ ابوداؤد میں مجاہد سے روایت ہے کہ ایک شخص ابن عباسؓ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدی ہیں (لہذا اس بارے میں آپ کیا فتویٰ دیتے ہیں؟) راوی حدیث کہتے ہیں کہ آپ (کچھ دیر) خاموش رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کرلیا کہ آپ اس کی بیوی کو لوٹا دیں گے۔ (مگر) آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص حماقت کر بیٹھتا ہے۔ پھر کہنے لگتا ہے۔ اے ابن عباس! اے ابن عباس!! (تو تم اچھی طرح کان کھول کر سن لو) اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے۔ "جو شخص اللہ سے ڈرے گا تو وہ اس کے لئے بچاؤ کا راستہ نکال دے گا۔" مگر تم اللہ سے نہیں ڈرے (بلکہ اس کے حکم کی خلاف ورزی کی لہذا میں تمہارے لئے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں پاتا۔ تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تمہاری بیوی تم سے جدا ہوگئی۔ حالانکہ اللہ نے فرمادیا ہے: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ[۲]
اے نبی جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو تو اُن کی عدت کے موقع پر (یعنی گنتی سے کے

---

[۱] تفسیر قرطبی ۱۵۹/۱۸
[۲] سنن ابی داؤد: ۶۴۷/۲

شریعت میں طلاق (۲)

بیک وقت دی ہوئی تین طلاق کے واقع ہوجانے پر یہ ایک قطعی اور مُسکت دلیل ہے جس میں کسی قسم کے قیل و قال کی گنجائش نہیں ہے۔ مگر اس طرح کرنا عث گناہ کی بات ہے، کیونکہ وہ خدا کی نافرمانی کا باعث ہے۔ ایک مسلمان جسے خدا اور آخرت کا خوف ہو اس کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ سُنّتِ رسولؐ کی خلاف ورزی کرتے ہوتے بیک وقت تین طلاق دے کر نہ صرف دینی و شرعی اعتبار سے گنہگار ہو بلکہ دنیوی اعتبار سے بھی مصیبت مول لے۔ کیونکہ اس قسم کے سخت اقدام اکثر و بیشتر فساد معاشرت اور فساد تمدن کا باعث بنتا ہے اور اس سے معاشرے میں مرد کی بڑی سُبکی و رسوائی ہوتی ہے۔ لہٰذا اس قسم کا انتہائی قدم اُٹھانے سے پہلے خوب اچھی طرح سوچ سمجھ لینا چاہئے اور طلاق کو کسی بھی صورت میں ایک کھیل یا مذاق نہیں بنانا چاہیئے۔

۴۷: مختلف عورتوں کی عدت مختلف ہے۔

اوپر مذکورہ آیات ۱۔۳ میں بیان حیض والی عورتوں کا چل رہا تھا اور اب آیت ۴ میں ان عورتوں کا بیان ہو رہا ہے جن کو حیض نہیں آتا۔ اور اُن میں تین قسم کی عورتیں شامل ہیں: (۱) عمر رسیدہ یا وہ عورتیں جن کو کسی علّت کی بنا پر حیض نہ آتا ہو (۲) نابالغ لڑکیاں (۳) حاملہ عورتیں۔ تو پہلی دو قسم کی عورتوں کی عدت تین قمری مہینے ہے۔ اور حاملہ کی عدت وضعِ حمل ہے۔ اس طرح منطقی اعتبار سے ان آیات میں ہر قسم کی مطلقہ عورتوں کی عدت بیان کر دی گئی ہے۔

۴۸: کمسن لڑکی کا نکاح جائز ہے۔

نیز اس آیت (۴) کی رو سے ایک اور ضمنی مسئلہ یہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ اسلامی شریعت کی رُو سے کمسن یعنی نابالغ لڑکی کا نکاح بالکل درست ہے۔ کیونکہ اس آیت میں ایسی لڑکیوں کی عدت کا بیان موجود ہے جن کو ابھی حیض نہ آتا ہو۔ (وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ) اور ایسی لڑکیاں عدت نہیں گزار سکتی ہیں جب کہ ان کا نکاح بالغ ہونے سے پہلے ہو چکا ہو۔ اسی حکم الٰہی کو ثابت کرنے کے لئے عالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے نکاح کم سنی کی حالت میں کیا تھا، جیسا کہ صحاح ستہ میں اس کی تصریح موجود ہے اور فقہاء نے اس حکم الٰہی اور سنتِ رسول کے پیشِ نظر اس باب میں تفصیلی مسائل و ضوابط وضع کئے ہیں۔

۴۹:۔ مطلقہ عورتوں کو عدت کے دوران جائے رہائش۔

"مطلقہ عورتوں کو اپنی وسعت کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم رہتے ہو اور انہیں تنگ کرنے کی غرض سے تکلیف نہ دو" یعنی عدت کے دوران ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق طلاق شدہ عورت کو رہنے کی جگہ (مسکن) اور دیگر آسائش فراہم کرے اور مطلقہ کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائے۔ نہ زبانی و قولی طور پر طعن و تشنیع کرے اور نہ ہی ان کی ضروریات فراہم کرنے میں تنگی کرے۔ بلکہ جس طرح ایک رخصت ہونے والے مہمان کا اعزاز و اکرام کیا جاتا ہے اسی طرح مطلقہ عورتوں کو بھی اعزاز و اکرام کے ساتھ ان کی مہمان نوازی کرکے انہیں رخصت کرنا چاہیئے۔ اور معاملے کو اللہ کے حوالے کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ ہر حال میں حسنِ اخلاق کی مستحق ہیں۔

اس سلسلے میں ایک ضروری مسئلہ یہ ہے کہ اگر مطلقہ بائنہ ہے (چاہے اسے ایک طلاق دی گئی ہو یا تین) تو اب چونکہ نکاح ٹوٹ چکا ہے اس لئے ایسی عورت کو عدت کے دوران اپنے سابق شوہر سے پردہ کرنا چاہیئے، ہاں اگر طلاق رجعی

ہے تو پھر پردہ کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ نکاح ابھی باقی ہے۔ ۵۵

۵:۔ مطلقہ عورتوں کو نفقۂ عدت دیا جائے۔

"اگر مطلقہ عورتیں حاملہ ہیں تو انہیں نفقہ (خرچ) اس وقت تک دیتے رہو ب تک کہ اُن کا حمل وضع نہ ہو جائے" (آیت ۶) چنانچہ پوری امت کا اس ت پر اتفاق ہے کہ حمل والی مطلقہ کا نفقہ اور سکنیٰ (جائے رہائش) وضع ل تک طلاق دینے والے شخص کے ذمہ واجب ہے۔ اسی طرح جس عورت کو لاق رجعی دی گئی ہو، اور وہ حاملہ نہ ہو اس کا نفقہ و مسکن بھی باتفاقِ اُمت اجب ہے۔ اب رہی وہ مطلقہ جس کو طلاق بائن دی گئی ہو، یا جسے تین اق دی گئی ہو، یا جس نے خُلع حاصل کر لیا ہو، تو اس بارے میں علماء کے درمیان لاف ہے کہ ایسی مطلقہ عورتوں کو بھی نفقہ اور جائے رہائش عدت کے ران مل سکتے ہیں یا نہیں؟ تو حنفی مسلک کے مطابق ہر قسم کی طلاق والیوں لئے نفقہ اور جائے رہائش ضروری و واجب ہے ۵۶

۶:۔ دودھ پلائی کی اُجرت کب ضروری ہوگی؟

"پھر اگر وہ تمہارے (بچوں) کے لئے دودھ پلائیں تو تم انہیں اُن کا معاوضہ ے دو" (آیت ۶) اس خدائی حکم سے صاف صاف اس حقیقت پر روشنی گئی کہ وضع حمل سے پہلے میاں بیوی کے درمیان جو "تھوڑا بہت" رشتہ ی تھا وہ بھی پوری طرح ٹوٹ چکا ہے۔ اور اب مُطلقہ عورت عدت گزر جانے

۵۶: ماخوذ از تفسیر معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، ۸/ ۴۸۹ - ۴۹۰

سے بعد طلاق دینے والے کے لئے بالکل اجنبی بن چکی ہے۔[٦] اور بچے کو دُودھ پلائی کی اُجرت دینا اس کی واضح دلیل ہے ظاہر ہے کہ رشتۂ نکاح باقی ہونے کی صورت میں دُودھ پلانے کی اُجرت دینا ایک بے معنی بات ہے۔ کیونکہ شریعت میں ایک ایسے کام کے لئے جو شرعی اعتبار سے بطور فریضہ عائد ہوتا ہو۔ اس پر کسی قسم کا معاوضہ یا اُجرت لینا جائز نہیں ہے[٧] نتیجہ یہ کہ موجودہ دور میں جن لوگوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ عدت گزر جانے کے بعد بھی اسلامی شریعت کی رُو سے مرد اور عورت بالکل اجنبی نہیں بن جاتے، یا عدت گزر جانے کے بعد بھی مرد کے ذمہ نفقہ دینا ضروری ہے جیسا کہ مغربی قوانین میں رواج ہے وغیرہ، تو اس قسم کے تمام دعوے غلط اور بے بنیاد ہیں۔ جو اسلامی شریعت کے خلاف ہیں۔ [٨]

٥٢:- بچے[٩] کا نفقہ باپ کے ذمہ ہوگا۔

آخری آیت (٧) سے دو اہم مسئلے ثابت ہوتے ہیں جو یہ ہیں: (١) نفقہ مرد کی حیثیت کے مطابق ہوگا۔ یعنی شوہر اگر امیر ہے تو بیوی کو بھی امیرانہ نفقہ ملے گا۔ اور اگر غریب ہے تو بیوی کو غریبانہ طور پر نفقہ ملے گا۔ خواہ بیوی کی حالت کیسی ہی ہو بلکہ (٢) بچے کا نفقہ باپ پر عائد ہوتا ہے ماں

---

٦ و ٧:- دیکھئے ہدایہ اولین ص ٤٢٤ - ٤٢٥

٨:- اس موضوع پر تفصیلی بحث کے لئے راقم سطور کی کتاب "شریعت اسلامیہ کی جنگ" "نفقۂ مطلقہ کی روشنی میں" دیکھنی چاہیے۔

٩:- تفسیر مظہری ٩/٣٣١

بہ خدمت - ۸۵ھ

۵۲۔ مسلمان احکام الٰہی سے رُوگردانی نہ کریں۔

ان آیات میں، جگہ جگہ اللہ سے ڈرنے اور اس کی حکم عدولی سے بچنے کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ چونکہ طلاق و عدت کا معاملہ ایسا ہے جس میں عام طور پر بے اعتدالیاں ہوتی ہیں۔ اور آدمی اکثر و بیشتر ہٹ دھرمی پر اتر آتا ہے۔ اس لئے موقع کی مناسبت سے بڑے بلیغ اور کھرے انداز میں لوگوں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ اس قسم کے معاملات میں اللہ سے ڈرتے ہوئے اور روز جزا کا لحاظ کرتے ہوئے باہم ظلم و زیادتی کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ بداخلاقی سے پیش آنے سے باز آئیں۔ نیز اسی طرح جگہ جگہ تنبیہ کی گئی ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے مطلقہ عورتوں کے ساتھ شریفانہ رویہ اختیار کریں گے اور خدا کی تلقین کے مطابق ان کے حقوق کا پورا پورا خیال رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے رزق کو کشادہ بھی کرے گا اور ان کی مشکلات کو دور کرنے کے لئے بہتر سے بہتر حل بھی نکالے گا۔ لہٰذا ایک مسلمان کو کسی بھی صورت میں احکام الٰہی سے رُوگردانی کرتے ہوئے تہذیب و اخلاق اور شرافت کا دامن نہیں چھوڑنا چاہئے۔ اس اعتبار سے یہ ہدایتیں شرعی احکام اور اخلاقی ضوابط دونوں پر مشتمل ایک بہترین مجموعہ اور بہترین گلدستۂ حیات کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جن پر عمل کرکے مسلمان دین و دنیا دونوں کی دولتوں سے مالا مال

۱۵۸۔ تفسیر قرطبی ۱۸ / ۱۷۲

ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ چونکہ تمام مخلوقات کا خالق اور پروردگار ہے، اس لئے اس کے احکام ہر مخلوق اور ہر انسان کے مناسب حال ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی مخلوقات کی فطرت اور ان کی ساخت سے بخوبی واقف ہوتا ہے۔ اور اسی بنا پر وہ ہر مخلوق اور ہر انسان کو اس کی فطرت اور اس کی ساخت کے مطابق احکام دیتا ہے۔ اور کسی پر ضرورت سے زائد بوجھ نہیں ڈالتا۔ جیسا کہ زیر نظر آیات میں سے آخری آیت اس مسئلے پر روشنی ڈال رہی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کو خالق اور رب (پروردگار) تسلیم کرنے کا تقاضا ہے کہ اس کے حکموں پر بے چون وچرا عمل کیا جائے اور کسی بھی حال میں اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔ ورنہ حکم عدولی کی صورت میں نافرمانوں کا انجام بہت برا ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ اسی سورۂ طلاق کی مابعد کی آیات (۸ - ۱۱) میں اس کا بیان ہے کہ سرکش لوگوں کا انجام بہت برا ہو سکتا ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اس کے حکموں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ختم شد۔